افضال عالم
لیکچرار، شعبہ اردو
گورنمنٹ ڈگری سائنس کالج انور شریف، مظفرآباد
ڈاکٹر میر یوسف میر
صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف آزاد جموں کشمیر، مظفرآباد
ڈاکٹر محمد الطاف یوسفزئی
صدر شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

آزاد کشمیر میں اردو صحافت کے ادبی زاویے: ایک مطالعہ

Literary Aspects of Urdu Journalism in Azad Kashmir: A Study

ABSTRACT

Journalism is the name of an art of writing which is a reflection of the daily activities of man. In this sense, despite its momentary impression, it has become a fast-acting and powerful art thanks to modern scientific inventions. Compared to journalism, literature is an art writing which is not the product of a momentary impression, but the events that occurred over a long period of time and their effects on the thoughts and actions of social groups and nations, their moods, characters and reflects civilization. In this background newspapers published in Azad Jammu & Kashmir played a lively role in reference to the Kashmir freedom movement, regional construction and development, public issues, and the creative works of literary figures, especially emerging young writers and poets from the dimensions of the state. In this article the overview of literary aspects of Urdu journalism in Azad Jammu and Kashmir is presented.

Keywords: Journalism, reflection, momentary, impression, literature, regional, construction, dimensions

صحافت عربی زبان کے لفظ صحف سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی کتاب، رسالے یا صفحے کے ہیں۔ زمانہ قدیم میں صحف یعنی صحیفہ اور صحائف کی اصطلاحیں مقدس تحریروں کے لیے مخصوص تھیں۔ قرآن مجید میں لفظ صحیفہ آٹھ مقامات پر آیا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں لفظ صحیفہ کے معنی یوں درج ہیں۔

> "صحیفہ۔ (ع) اسم مذکر۔ کتاب، رسالہ، پتر، ورق۔ لکھا ہوا صفحہ، نامہ، مصحف"۔[۱]

اخبار و رسائل کو ترتیب دینے اور مزین کرنے میں جن لوگوں کی شمولیت ہوتی ہے اُنہیں صحافی کہتے ہیں اور اس پیشے کو صحافت۔ انگریزی میں صحافت کو Journalism اور اس پیشہ سے وابستہ افراد کو Journalist کہا جاتا ہے۔ صحافت کی تعریف کا جہاں تک معاملہ ہے مختلف ماہرین نے مختلف انداز و مختلف پیرائے میں صحافت کی تعریف و تشریح کی ہے۔ لیکن سب کا ماحصل ایک ہی ہے۔ برنارڈ شاہ نے صحافت کی متعلق کہا ہے: “All Great Literature is Journalism”۔ میتھیو آرنلڈ نے صحافت کی مختصر تعریف یوں بیان کی ہے: ”صحافت عجلت میں لکھا گیا ادب ہے۔“ “Journalism is a Literature in a Hurry”۔ **ڈاکٹر انور سدید** اس حوالے سے کہتے ہیں:

> "صحافت سے مراد۔ خبر اور خبر سے متعلقہ مواد کا حصول، جمع کاری، ترتیب و تدوین، تنقید و تبصرہ اور فیچر نگاری کے بعد اخبار، پمفلٹ، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم یا کتاب کے وسیلے سے اشاعت اور اس کی تقسیم ہے"۔[۲]

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید صحافت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> "صحافت ایک عظیم مشن ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تازہ ترین خبروں سے آگاہ کیا جائے۔ عصر حاضر کے واقعات کی تشریح کی جائے اور ان کا پس منظر واضح کیا جائے تاکہ رائے عامہ کی تشکیل کا راستہ صاف ہو۔ صحافت رائے عامہ کی ترجمان اور عکاس بھی ہوتی ہے۔ اور رائے عامہ کی رہنمائی کے فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔ عوام کی خدمت اس کا مقصد فرض ہے۔ اس لیے صحافت معاشرے کے ایک اہم ادارے کی حیثیت رکھتی ہے۔"[۳]

موجودہ زمانے میں صحافت کی اصطلاح وسیع تر مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے۔ وہ تمام اجزاء اس میں شامل ہیں جن کی وساطت سے خبریں، تبصرے اور تجزیے عوام تک پہنچتے ہیں یا دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے ایسے تمام

واقعات جو عوامی دلچسپی کے حامل ہوں یا ایسی سرگرمیاں جو انسانی سوچ اور نفسیات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتی ہوں صحافت کے زمرے میں آتی ہیں۔

مطبوعہ صحافت کی ابتدا چین سے ہوئی لیکن جدید صحافت اپنی ترقی کے لیے یورپ کی شرمندہ احسان ہے اور آج ہندوستان، پاکستان اور ایشیا کے دوسرے ممالک میں جو اخبار موجود ہیں ان کی ابتدا ان یورپی باشندوں کی جو سامراجی اور تجارتی مقاصد کے لیے ان ممالک میں آئے تھے۔ اس لیے ایشیائی صحافت یورپی صحافت کی عکاس ہے۔ **ڈاکٹر عبدالسلام خورشید** اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزرا، چین میں تانگ خاندان کی حکومت تھی۔ اس کے ماتحت ایک گزٹ جاری ہوا جسے دنیا کا پہلا اخبار کہا جاتا ہے۔ اس کا نام تی۔ پاؤ (محل کی خبریں) تھا۔"[۴]

ہندوستان میں اردو کی مطبوعہ صحافت کا آغاز اس بحرانی دور میں ہوا جب پورا ملک سماجی اور تہذیبی بدلاؤ سے گزر رہا تھا۔ انگریزوں کا اقتدار مستحکم ہو گیا تھا اور وہ اپنی تہذیب اور روایات کو نافذ کرنے کے درپے تھے۔ اس کشیدہ صورت حال میں اردو اخبارات نے مختلف حصوں میں اپنے بال و پر نکالنے شروع کیے۔ کہیں انہوں نے حکومت سے مقابلہ کیا تو کہیں اس کی ہمنوائی کی۔ اسی زمانے میں برصغیر پاک و ہند میں انگریزی صحافت کا آغاز ہوا۔ **ڈاکٹر عبدالسلام خورشید** رقم طراز ہیں:

> "عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۸۲۲ میں "جام جہاں نما" کلکتے سے جاری ہوا جو فارسی کا پہلا اخبار تھا اور اگلے سال اس اخبار نے اردو ضمیمہ جاری کیا جو پانچ سال تک جاری رہا اور اردو کا سب سے پہلا مکمل اخبار دہلی اردو اخبار تھا جو شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کے والد مولانا محمد باقر نے ۱۸۳۶ میں دہلی سے جاری کیا۔ اب ہم عصر ماخذوں کی چھان بین کے بعد اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ جام جہاں نما فارسی کا نہیں اردو کا پہلا اخبار تھا اور چند ہفتے کے بعد جب ناشرین نے محسوس کیا کہ اردو اخبار کی مانگ بہت کم ہے تو انھوں نے اسے فارسی زبان میں شائع کرنا شروع کر دیا۔"[۵]

دور مغلیہ میں فارسی زبان سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ اگرچہ برعظیم کے وسیع علاقوں میں اردو بولی جاتی تھی لیکن اس کے باوجود فارسی زبان علمی اور ادبی حلقوں میں مقبول تھی اور علمی شہ پارے اسی زبان میں لکھے جاتے تھے۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو عمل دخل حاصل ہوا تو اس نے اپنے استحکام اور دوام کے مفاد میں ضروری سمجھا کہ ثقافت کے جو نشان پرانے نظام کی یاد تازہ کرتے ہیں انھیں آہستہ آہستہ نابود کر دیا جائے ان میں

ایک بڑا نشان فارسی زبان تھی۔ ۱۸۳۵ میں اردو کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ **ڈاکٹر انور سدید** اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "ہندوستان میں صحافت کو انیسویں صدی میں فروغ ملنا شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت طباعت و اشاعت کی مشینی سہولتیں ہندوستان میں دستیاب ہو چکی تھیں۔"[۶]

بہر حال جب اخباروں میں خبریت زیادہ بڑھی تو یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ علمی اور ادبی صحافت بھی معرض وجود میں آئے۔ حکمران طبقے کی خواہش بھی یہی تھی۔ اگرچہ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح اہل دانش کو مغربی افکار کے سانچے میں ڈھالا جائے اور ایک ایسا طبقہ ہو جائے جو میکالے کے قول کے مطابق رنگ و نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر فکر و مذاق اور دل و دماغ کے اعتبار سے انگریز ہو۔ یہ کہنا تو غیر صحیح ہو گا کہ ہماری علمی اور ادبی صحافت نے یہ رول ادا کیا۔ **ڈاکٹر عبدالسلام خورشید** اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "لیکن اتنا واضح ہے کہ ہماری علمی و ادبی صحافت نے پڑھے لکھے طبقے میں مغربی علوم کے لیے ایک ذوق ضرور پیدا کر دیا۔ اس انداز کی صحافت مسیحی مشنیریوں نے شروع کی۔ ان کے اخباروں میں عموماً تبلیغی مواد کے ساتھ ساتھ علمی، تاریخی اور جغرافیائی مضامین چھپتے تھے لیکن ایک منظم تحریک کی صورت میں اس کا آغاز خیر خواہ ہند سے ہوا جو اردو کا پہلا رسالہ تھا۔ یہ رسالہ 1837 میں جاری ہوا۔"[۷]

صحافت کا زندگی سے اور زندگی کا ادب سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آج مغرب میں ادب اور صحافت نہ صرف دوش بدوش ہیں بلکہ زندگی کی ہمہ ہمی میں دونوں کا کردار لازم و ملزوم ہو کر رہ گیا ہے۔ ادب اب زندگی کا ترجمان بن گیا ہے اور زندگی واقعات کے گرد و پیش سے اپنا واسطہ نہیں توڑ سکتی۔ طاقت، قوت اور اثر میں صحافت کو پارلیمنٹ کے مماثل قرار دیا گیا ہے۔ اس پس منظر میں ادب اور صحافت کے درمیان ہم نہ کوئی واضح خط کھینچ سکتے ہیں اور نہ ہی ایک کو دوسرے سے مربوط کرتے ہوئے ان کی جداگانہ حیثیت، مقاصد اور اہمیت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ **رشید حسن خان** اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> "ادبی صحافت کو اگر ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر اس کا طلاق ادبی یا نیم ادبی رسالوں پر بہتر ہو گا مگر یہ ایک الگ اور ایک مستقل موضوع ہے جو ایک مفصل مقالے کا طلب گار ہے۔"[۸]

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکثر ادیبوں نے ابتداً اخباروں اور رسالوں کے لیے مضامین لکھنے شروع کیے اور بعد میں ان تحریروں کو ادبی اہمیت حاصل ہوئی۔ دنیا بھر میں ایسے بے شمار صحیفہ نگار ملیں گے جنھوں نے صحافت کے ذریعہ ہی ادب اور سیاست میں نمایاں شہرت اور کامیابی حاصل کی۔ اردو میں ایسے کئی اخبارات ہیں جنھوں نے نہ صرف اس دور کی ترجمانی کی بلکہ ادب کی بھی قابل لحاظ خدمت کی ہے اٹھارویں صدی کے اوائل میں انگلستان کے اخبارات کو ادب کی طرف راغب کرنے میں انگریزی Essay نے اہم کردار ادا کیا۔ اس زمانے میں اخبار اور ادبی جریدہ میں واضح حد امتیاز موجود نہیں تھی۔ اخبار میں بالعموم ایسے ادبی مضامین بھی شامل کر لیے جاتے تھے جن سے رائے عامہ ذہنی، فکری اور تہذیبی طور پر متاثر ہوتی اور حالات حاضرہ اور سیاست مدن کے علاوہ ادبی، ثقافتی اور نظریاتی امور پر بھی روشنی پڑتی تھی۔ **ڈاکٹر انور سدید** اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "اخبار کو ادبی جریدے کا روپ دینے میں انگلستان کے ان ادیبوں کا زیادہ حصہ ہے جو ایک نئے تہذیبی آفاق کو روشن کرنے کے آرزومند تھے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اخبار کو وسیلے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔ ان ادبا کا چوں کہ واسطہ عوام سے بھی تھا اس لیے باور کیا جا سکتا ہے کہ ادبی مقاصد کے لیے علیٰحدہ رسالے جاری کرنے اور ان رسائل کو تعلیم یافتہ اور اہل ذوق طبقے تک محدود رکھنے کے بجائے ان ادیبوں نے اخبار کے ذریعے وسیع طبقے تک پہنچنا مناسب سمجھا۔"[۹]

اسی تسلسل میں جب ہم کشمیر میں صحافت کے آغاز وارتقا کی طرف آتے ہیں تو ہمیں اس کے پس منظر میں جانا پڑتا ہے کہ کشمیر کی تاریخ کی ابتدا پانچ ہزار سال قبل مسیح سے ہوتی ہے کشمیر تہذیب و تمدن کی ابتدائی صدیوں میں سنسکرت زبان وادب کا ایک اہم مرکز۔ جب پراکرتوں کا چلن ہوا تو کشمیر میں سنسکرت کی گرفت ڈھیلی ہونے لگی۔ چنانچہ اس ریاست میں گوجری، پہاڑی اور کشمیری بولیاں رواج پانے لگیں۔ پھر جب اس خطہ سے ایران کے صوفیا، مرکزی ایشیا کے تاجروں اور برصغیر کے مسلم بادشاہوں کی آشنائی ہوئی اور کشمیر کے مذہبی، لسانی، تمدنی، سیاسی اور اقتصادی روابط بیرونی دنیا سے استوار ہوئے تو یہاں کی سرکاری اور مذہبی زبان فارسی ہو گئی۔ **ڈاکٹر صابر آفاقی** اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "کشمیر نے فارسی کے جن نامور شاعروں کو جنم دیا ان میں ملا طاہر غنی، یعقوب صرفی، ملا حمید اللہ، ملا شاہ محمد شاہ آبادی، اسلم سالم اور محسن فانی کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اس عہد میں یہاں ہزاروں کی تعداد میں شعر وادب اور فکر وفلسفہ کی کتابیں لکھی گئیں۔"[۱۰]

۱۸۱۹ تک ریاست جموں و کشمیر کی تعلیمی اور دفتری زبان فارسی ہی رہی۔ ۱۸۹۲ میں پونچھ کے راجہ بلدیو سنگھ نے اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا۔ اس کے بعد جموں اور وادی کشمیر میں اردو کا چلن ہونے لگا۔ تشکیل پاکستان سے قبل اردو ریاست پر چھائی ہوئی تھی اور یہ ریاست کرشن چندر، ٹھاکر پونچھی، منشی صادق علی خاں، دیناناتھ رفیق اور چراغ حسن حسرت جیسے باکمال اہل قلم پیدا کر چکی تھی۔ **خواجہ غلام احمد پنڈت** اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "فارسی کی جگہ جب زبان کے چناؤ کا سوال آیا تو کسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ کسی علاقائی زبان کو محض مادری زبان ہونے کی بنا پر باقی سب زبانوں پر ٹھونس دیا جائے۔ کسی نے کسی پر پتھر نہیں پھینکے اور کسی نے علیٰحدگی کی دھمکی نہیں دی۔ سب نے متفقہ طور پر اردو ہی کو ایک مرکزی، قومی اور مشترکہ زبان ہونے کی حیثیت سے منتخب کر لیا"۔[۱۱]

سرکاری زبان بننے کے بعد اردو نے ترقی کے کچھ اور مرحلے طے کر کے ادبی میدان میں قدم رکھا اور متعدد انجمنیں معرض وجود میں آئیں جن کی سرگرمیوں اور مساعی سے شعر و سخن کا ذوق نشو و نما پاتا رہا۔ ہندوستان سے جو لوگ بسلسلہ ملازمت کشمیر آئے۔ ان میں بعض ممتاز مفکر، دانشور، ادیب اور شاعر بھی شامل تھے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ کو جو علاقے آزاد کرا لیے گئے۔ ان علاقوں کو آزاد جموں و کشمیر کہا جاتا ہے۔ ۱۹۴۷ میں آزاد کشمیر کی بڑی بولیاں پہاڑی، گوجرہ اور کشمیری تھیں۔ سرکاری خط و کتابت انگریزی میں ہوتی تھی۔ آزاد کشمیر کے قیام کے بعد یہاں اردو کو فروغ ملا۔ اس فروغ میں جن اسباب نے کردار ادا کیا۔ **ڈاکٹر صابر آفاقی** اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

> "وادی کشمیر، پونچھ اور جموں کے اہل قلم کی ایک تعداد ہجرت کر کے آزاد کشمیر میں آباد ہوئی جو اردو میں شعر و ادب تخلیق کرتی تھی۔ اعلیٰ ملازمت کے سلسلے میں پاکستان سے جو حضرات وقتاً فوقتاً آزاد کشمیر میں تعینات ہوتے رہے ان میں ایک تعداد ایسے شاعروں اور ادیبوں کی تھی جو ملک گیر شہرت کے مالک تھے۔ آزاد کشمیر کے تعلیمی اداروں میں اردو زبان و ادب کی تدریس ہونے لگی اور اردو کا نصاب رائج ہوا۔ تعلیم عام ہوئی تو نئی نسل اردو ادبیات کا مطالعہ کرنے لگی اور اس طرح یہاں اردو مقبول ہوئی۔ پاکستان سے اردو اخبارات و جرائد آزاد کشمیر کی لائبریریوں اور تعلیمی اداروں میں آنے جانے لگے۔ آزاد کشمیر کے دو شہر مظفر آباد اور میرپور اردو کے مراکز بن گئے"[۱۲]

یہ تھے چند اسباب جن کی وجہ سے آزاد کشمیر کے تمام اضلاع میں اردو کو فروغ ہوا اور اس طرح یہ علاقہ پاکستان کے بڑے ادبی دھارے میں شامل ہو کر اپنے خد و خال نمایاں کرنے لگا۔ ۱۹۶۷ میں آزاد کشمیر نے اردو کو دفتری زبان کا درجہ دے کر ایک تعمیری اور جراتمندانہ قدم اٹھا کر ایک لازوال تاریخی کارنامہ سر انجام دیا۔

کسی زبان کی ترویج اور ارتقا کا انحصار بڑی حد تک اخبارات اور رسائل کا مرہون منت ہوتا ہے۔ جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کا تعلق ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ڈوگرہ عہد حکومت کے قیام ۱۸۴۶ سے ۱۹۲۴ تک ریاست جموں و کشمیر میں صحافت نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ یہ سلسلہ مہاراجہ پرتاب سنگھ تک جاری رہا۔ چنانچہ ۱۸۴۶ تک ریاست کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ کسی نے کسی قسم کا اخبار نکالا ہو جب کہ ہمسایہ ملک ہندوستان میں درجنوں اخبار نکلتے تھے۔ کشمیر میں صحافت کی ابتدا کے بارے میں **حبیب کیفوی** لکھتے ہیں:

> "جموں میں سب سے پہلا ہفتہ وار اخبار "رنبیر" لالہ ملک راج صراف نے ۱۹۲۴ میں جاری کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ میں ہفت روزہ پاسبان معراج الدین احمد کی ادارت میں شائع ہوا جو مسلمانوں کے حقوق کا پاسبان تھا۔ پاسبان کے اجرا کے بعد بہت سے اخبارات نہ صرف جموں اور سری نگر سے جاری ہوئے بلکہ ضلع سطح پر بھی جاری ہونے لگے۔"[۱۳]

ڈاکٹر برج پریمی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ریاست جموں و کشمیر میں اخبارات شروع کرنے کی کوششیں آخر کار ۱۹۲۴ میں رنگ لائیں۔ یہ سہرا ریاست کے مشہور صحافی لالہ ملک راجہ صراف کے سر باندھا جا سکتا ہے جن کی کوششوں سے ہفت روزہ اخبار "رنبیر" نے جنم پایا۔ یہ اخبار ۱۹۴۶ میں روزنامہ ہوا اور ۱۹۸۰ میں اس کی اشاعت رک گئی۔ اس کے بعد ۱۹۳۲ میں پنڈت پریم ناتھ بزاز نے "وتستا" کے نام سے اخبار جاری کیا۔"[۱۴]

صحافت آزاد کشمیر کا ذکر کیا جائے تو تاریخی اوراق پلٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطہ میں صحافت کا پہلا دور ۱۹۳۵ سے شروع ہو کر ۱۹۴۷ میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر میں ۱۹۴۷ سے قبل صحافتی سرگرمیوں کا آغاز ۱۹۳۵ میں مظفر آباد سے شروع ہوا۔ ۱۹۳۵ سے قبل آزاد کشمیر کے علاقہ سے کسی قسم کے اخبار یا جریدہ کی تاریخ نہیں ملتی۔ اگرچہ ۱۹۴۷ سے قبل یہ سارے کا سارا علاقہ پورے کشمیر کا ایک حصہ تھا مگر بہت پسماندہ تھا۔ یہ

وہ دور تھا جس وقت کشمیر پر ڈوگرہ حکمران قابض تھے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان طبقاتی کشمکش ہندوستان کی طرح یہاں بھی رفتہ رفتہ پروان چڑھ رہی تھی۔ **پروفیسر ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر** اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "آزاد کشمیر کی موجودہ جغرافیائی حدود میں سب سے پہلا اخبار **۱۹۳۵** میں ہفت روزہ زمیندار آرگن کے نام سے منشی عبدالعزیز چکاروی نے مظفر آباد سے طبع کر کے شائع کرنا شروع کیا"۔[۱۵]

آزاد کشمیر میں صحافت کا دوسرا دور ۱۹۴۷ سے **۱۹۵۸** شمار کیا جاتا ہے۔ **پروفیسر ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر** اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ہفت روزوں سے اس صحافتی سفر کا آغاز ہوا۔ اس دور میں طباعت اشاعت کا معیار کچھ بہتر نہ تھا۔ طباعت کی صنعت بھی آسودہ مشینری اور نظام پر مشتمل تھی"۔[۱۶]

آزاد کشمیر کی صحافت کا تیسرا دور ۱۹۵۸ سے **۱۹۷۰** پر محیط ہے۔ **پروفیسر ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر** اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "پاکستان میں **۱۹۵۸** کے فوجی انقلاب کے بعد سیاست، اقتصادیات اور خارجہ تعلقات کے ایک نئے دور نے جنم لیا۔ یہ دور آزاد کشمیر کی اقتصادیات اور سیاسیات پر بھی مؤثر طریقہ سے اثر انداز ہوا۔"[۱۷]

اس دور میں آزاد کشمیر کی صحافت میں پہلی بار انگریزی زبان میں دو جرائد جاری ہوئے جنھیں آزاد کشمیر نیوز اور فری کشمیر شامل تھے۔ پہلی بار سرکاری چھاپہ خانہ میں انگریزی اور اردو کے جرائد کی طباعت بھی شروع ہوئی۔ **۱۹۶۰** میں آزاد کشمیر پولیس نے ایک رسالہ نقیب کے نام سے جاری کیا۔ **آزاد جموں و کشمیر کی صحافت کا چوتھا دور ۱۹۷۰** سے شمار کیا جا سکتا ہے۔ **پروفیسر ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر** اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "**۱۹۷۰** میں پہلی بار آزاد کشمیر میں عام انتخابات منعقد ہوئے اور پہلی بار **۲۵** ممبران پر مشتمل اسمبلی وجود میں آئی۔ اس دور میں صحافتی رپورٹوں نے رواج پکڑا۔ طباعت بہتر بنانے پر زور دیا جانے لگا۔ وزارت امور کشمیر کی بجائے حکومت آزاد کشمیر کو ڈیکلریشن کا اختیار حاصل ہوا۔"[۱۸]

آزاد جموں و کشمیر کی صحافت کا پانچواں دور ۱۹۹۰ سے شمار کیا جا سکتا ہے۔ **۱۹۹۰** میں روزنامہ آزادی نے اپنا پریس بھی نصب کیا اور منجھے ہوئے صحافیوں کی خدمات بھی حاصل کیں مگر یہ روزنامہ غالباً ایک سال سے زیادہ نہ

چل سکا۔ روزنامہ آزادی نے ہی ریاست میں روزناموں کی روایت ڈالی۔ پھر یکے بعد دیگرے مظفر آباد سمیت آزاد کشمیر کے دیگر شہروں اور راولپنڈی /اسلام آباد سے آزاد کشمیر کے ڈیکلریشن اخبارات کی ایک لمبی فہرست موجود ہے۔

آزاد کشمیر کی اردو صحافت میں ادبی زاویے کے مطالعہ کے سلسلہ میں سب سے پہلے محکمہ اطلاعات آزاد کشمیر پندرہ روزہ پھر ہفت روزہ "آزاد کشمیر" کی خدمات کا اعتراف ضروری ہے کہ جسے نقش اول کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تحریک آزادی کشمیر کا علمبردار تھا جس میں سیاسی مضامین کے ساتھ ساتھ ادبی مضامین اور شاعری بھی چھپتی تھی۔ سید بشیر حسین جعفری، ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی اور شیخ عبدالعزیز علائی کے علاوہ نامور اہل قلم کے مضامین، افسانے اور فارسی شاعری اس میں چھپتی تھی۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عالم چوہدری کے مطابق آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے معروف صاحب دیوان شاعر ڈاکٹر عمادالدین سوز کی معروف غزل اس میں چھپی۔

جس قدر بھر کے نظر دیکھتے ہیں
ایک جلوہ ہے جدھر دیکھتے ہیں[۱۹]

اس کے علاوہ بھی ان کے دیوان سے شاعری اس اخبار میں چھپتی رہی۔ آزاد کشمیر میں صحافت اور ادب دونوں شعبوں میں یہ اخبار اپنی خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ جس سے اس خطہ میں اردو زبان و ادب کے فروغ میں بڑی مدد ملی۔ یہ اخبار ۱۶ بڑے صفحات پر مشتمل تھا۔ معروف شاعر عبدالعزیز فطرت کی ایک غزل "آزاد کشمیر" میں ۱۹۵۶ میں چھپی۔ چند اشعار کچھ یوں ہیں۔

ابھی جوئے بادہ ہے پایاب ساقی
ابھی دل نہیں مرا سیرا ب ساقی
تبسم ،نگاہ کرم ،دورِ ساغر
جوئے جمع پھر چند احباب ساقی[۲۰]

سراج الحسن سراج کے "صادق پونچھ" کو دوبارہ آزاد کشمیر کے ڈیکلیئریشن پر راولپنڈی سے جاری کیا گیا جس کے ایڈیٹر ضیا الحسن ضیا تھے۔ اس کا اجرا راولپنڈی/میر پور سے بیک وقت تھا۔ اس میں سیاسی خبریں، تحریک آزادی

کشمیر، ادب، مذہب کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصلاح کے مضامین بھی ہوتے تھے۔ ریاست میں سیاسی بیداری کے مضامین بھی اس میں چھپتے ہیں۔ معروف افسانہ نگار شیخ عبدالعزیز علائی کے افسانے بھی اس میں چھپتے رہے۔

۱۹۴۸ میں سید محمد امین گیلانی (مرحوم) نے ہفت روزہ ہماری آواز کے نام سے جو اخبار نکلا اس میں سید غلام حسن شاہ کاظمی اور پروفیسر محمد ایوب انصاری مضامین اور کالم لکھا کرتے تھے۔ **بقول عبدالقیوم درانی** ۱۷ جنوری ۱۹۵۵ کے شمارہ میں اکبر الہ آبادی کی ایک نظم بھی شامل ہے جس کا عنوان "اے وادی کشمیر"۔ نظم بذیل ہے:

تو حسن کا مرکز ہے بہاروں کی امیں ہے
جاں بخش وطربناک نظاروں کی امیں ہے
تو ہے کرہ ارض پہ فردوس کی تصویر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اے وادی کشمیر
لیکن ہے تیرے پاوں میں زنجیر ابھی تک
وابستہ غلامی سے تقدیر ابھی تک
ہر چند سنواری ہے بہت کچھ تیری تقدیر۔۔۔۔اے وادی کشمیر
باطل سے تعاون کسی صورت نہیں ممکن
اب فضل خداوند سے نزدیک ہیں وہ دن
گونجے گا فضائوں میں گیری نعرہ تکبیر۔۔۔۔اے وادی کشمیر[۲۱]

ہفت روزہ پنڈی میل جریدہ بشیر احمد قادری نے ۱۹۵۲ میں شائع کرنا شروع کیا جو راولپنڈی اور مظفر آباد آزاد کشمیر سے بیک وقت شائع ہوتا۔ اس کی طباعت فیض اسلام پریس راولپنڈی سے ہوتی۔ اس میں نظمیں اور غزلیں بھی نظر سے گزرتی ہیں۔ بقول **عبدالقیوم درانی** جلد ۱۵ شمارہ ۴۲، ۲۱ اپریل ۱۹۶۸ میں صفحہ پانچ پر محمد اعجاز عباسی کی ایک غزل بھی ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

وہ سمجھے سوال کرتا ہوں
میں بیاں اپنا حال کرتا ہوں

دل کہیں ہاتھ سے چلا ہی نہ جائے
رات دن دیکھ بھال کرتا ہوں[۲۲]

اسی طرح اس اخبار میں قطعات بھی ملتے ہیں۔ بقول **عبدالقیوم درانی** ۱۷ مارچ ۱۹۶۸ کے شمارہ میں صفحہ اول پر یہ قطعہ درج ہے:

مسکہ "نتھو دھوبی"

علم و ہنر کو سیکھ کہ نتھو کرو گے کیا
بھاجی کبھی ملے گی کبھی دال پاؤ گے
اہل جہاں سے سیکھو خوشامدی گری کا فن
مسکہ لگائو گے تو یہاں مسکہ کھلاؤ گے[۲۳]

۱۹۶۰ میں آزاد کشمیر پولیس نے ایک رسالہ نقیب کے نام سے جاری کیا۔ انسپکٹر جنرل پولیس راؤ عبدالرشید اس کے پہلے نگران، میاں ناصر امجد ایس پی اس کے ایڈیٹر اور آغا علاؤالدین نائب ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۶۲ میں یہ مجلہ بند ہو گیا۔ **عبدالقیوم درانی** اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اس میں پروفیسر صابر آفاقی، آزر عسکری اور احمد ظفر وغیرہ کی غزلیں اکثر رسالہ میں شامل ہوتی تھیں۔ لطیفے بھی طبع کیے جاتے۔ اس رسالہ میں مستقل عنوانات سے بھی لکھا جاتا تھا۔ "کہتی ہے خلق خدا کیا" "تفتیش" اور تیسرا مستقل عنوان "عمر رفتہ" کے نام سے ہوتا تھا"۔[۲۴]

ہفت روزہ ریاست ۱۹۶۶ میں شیخ فقیر حسین نے حکومت آزاد کشمیر اور پاکستان کی منظوری سے راولپنڈی سے جاری کیا۔ اس میں اداریہ کے علاوہ مضامین، اشعار، خبروں کے علاوہ مستقل کالم "تلخ ترش شریں" بھی دیا جاتا ہے۔ بقول **عبدالقیوم درانی** ۲۱ فروری ۱۹۷۳ کے شمارہ کے صفحہ آخر پر شعلہ کشمیر کے عنوان سے پروفیسر مقصود کے یہ اشعار بھی درج ہیں:

کس طرح اجڑی محبت میں جوانی کیا لکھیں
وادی کشمیر کے غم کی کہانی کیا لکھیں

جوئے ظلم و جور کا جوش روانی کیا لکھیں
عظمت انسانیت ہے پانی پانی کیا لکھیں
یک بیک ہو جائے گی خون جگر سے چشم تر
ہم سے لکھی جائے گی کب داستان کاشمیر
وادی کشمیر وقف ظلم و استبداد ہے
خون فشاں ہر آنکھ ہے دل مائل فریاد ہے
ہر طرف ظلم وستم ہے، جور ہے بیدار ہے
جس کو دیکھ غمزدہ ،افسردہ ناشا ہے
کوندتی ہر دم فضائی میں تیغ و ظلم و جور ہے
کس قدر منحوس، کتنا ظلم پرور دور ہے[۲۵]

آزاد کشمیر میں صحافتی خدمات کے علاوہ اردو زبان وادب کے فروغ میں ان اخبارات و جرائد نے اپنا اہم کردار ادا کیا۔ ان کی صحافتی وادبی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں ہفت روزہ "چنگاری" میرپور بھی سرفہرست ہے جس کے مدیر شاہد مرزا ہیں۔ یہ ایک سیاسی، ادبی، اصلاحی پرچہ ہے جس میں اہل قلم کی نگارشات اور تبصرے شائع ہوتے ہیں۔ ۲۱ تا ۳۰ جولائی ۱۹۹۲ کی اشاعت میں "اہل وادی کا شکوہ" کے عنوان سے ایک نظم شائع ہوئی۔ چند اشعار کچھ یوں ہیں:

اہل وادی کر رہے ہیں ہم سے اب تو یہ گلہ
کیو ں دیا آزادی کشمیر کو تم نے بھلا
تم تو کہتے تھے لڑیں گے جب تلک باقی ہے جان
بھول بیٹھے ہو وہ قسمیں ہو رہا ہے یہ عیاں
تم نے نعرے ہی لگائے پر عمل کچھ نہ کیا[۲۶]

ہفت روزہ "قلم" گوجر بانڈی مظفر آباد، سید محمد اسحاق نقوی شائع کر رہے ہیں۔ قلم نام کی نسبت سے اس کے اجرا کے مقاصد میں اشاعت تعلیم، اصلاح معاشرہ، تعمیر سیرت و کردار، پاکیزہ صحافت کے فروغ اور اتحاد بین المسلمین کی تحریک شامل ہیں۔ ان مقاصد کے علاوہ اردو زبان و ادب کا فروغ بھی اس میں ایک اہم مقصد ہے۔

روزنامہ سیاست مظفر آباد، آزاد کشمیر کی صحافتی تاریخ کا پہلا روزنامہ جو ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ کو دارالحکومت مظفر آباد سے جاری کیا گیا۔ یہ خالص ریاستی اخبار ہے جس میں مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ عوام کے مسائل کا بیان اس اخبار میں ہوتا ہے۔ مقامی لکھنے والے ادب، سیاست، مذہب جس پر لکھنا چاہیں لکھ سکتے ہیں۔ ادب کے مختلف شعبوں پر مضامین شائع کیے جاتے ہیں جو معلوماتی اور تحقیقی ہوتے ہیں۔ آزاد کشمیر کے معروف محقق، مصنف، شاعر و ادیب پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی اور پروفیسر ڈاکٹر افتخار مغل (مرحوم) طویل عرصہ تک اس روزنامہ میں ادبی مضامین لکھتے رہے۔ علاوہ ازیں ریاست کے دیگر چوٹی کے اہل قلم کی ادبی تحریریں بھی اس اخبار میں شائع ہوتی رہیں۔ یہ روزنامہ کچھ عرصہ تک ادبی صفحہ بھی نکالتا رہا جس پر مختلف ادبی تقریبات کی اشاعت ہوتی تھی۔ اس اخبار میں شامل ایک مضمون سے چند سطور کچھ یوں ہیں:

> "اقبال نے نظریہ حیات کے ہر پہلو کا مکمل احاطہ کیا ہے اور ساتھ ہی ایک کامیاب زندگی گزارنے کے اصول و ضوابط بھی بتائے جو عصری ضرورت کے مطابق ہیں۔ ہماری آئندہ نسلیں حقیقی معنوں میں انسان بنیں اور ہماری قوم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اقبال کے نظریات کو مکمل طور پر اپنائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ اس میں ہماری ترقی کا راز مضمر ہے۔ اقبال کے نزدیک تعلیم کا مقصد خودی کی نشوونما اور ترتیب ہے۔

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ[۲۷]

ہفت روزہ "نوائے انقلاب" منگ پلندری جس کے چیف ایڈیٹر تنویر کاشمیری تھے کا اجرا ۱۹۹۰ میں ہوا۔ کچھ سالوں بعد بند ہو گیا۔ اس کا ایک صفحہ ادب کے لیے مختص ہوتا تھا۔

دیدہ دل میں اتنا دم تو نہیں
شوق نظارہ پھر بھی کم تو نہیں

کیوں حراساں ہے کاروان حیات
بے یقینی بھی ہمقدم تو نہیں[۲۸]

روزنامہ محاسب مظفر آباد جس کے چیف ایڈیٹر ظفر حجازی ہیں۔ یہ روزنامہ سیاست کے بعد دوسرا روزنامہ جو ۱۹۹۸ کو جاری ہوا۔ یہ اخبار الاخبار اسلام آباد کی شاخ تھا۔ مقامی خبروں کے علاوہ ملکی اور بین الاقوامی خبروں کے لیے الاخبار ہی سے استفادہ کیا جاتا رہا۔ ۱۹۹۹ کے بعد دیگر شہروں سے بھی اس کی اشاعت شروع ہوئی۔ مقامی لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس روزنامہ کے ذریعے مقامی شعرا وادبا کو اپنی تخلیقات عوام تک پہنچانے کا موقع ملتا ہے۔ اسی روزنامہ میں آزاد کشمیر کے سابق بیوروکریٹ ملک رشید مرحوم کے ادبی کالم تواتر کے ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آزاد کشمیر کے ممتاز اہل قلم ڈاکٹر صابر آفاقی اور ڈاکٹر افتخار مغل کے ادبی کالم بھی اس روزنامہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

ماہنامہ "ادبیات کاشر" میرپور/کوٹلی معروف صحافی مظہر جاوید حسن کی ادارت میں ۱۹۹۲ میں شروع ہوا۔ یہ پرچہ خالص ادبی ہے سیاسی نہیں۔ آزاد کشمیر سے چھپنے والے اخبارات میں سے واحد اخبار ہے جو ادبی نکتہ نظر سے اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس میں زیادہ تر نئے لکھنے والوں کو متعارف کرایا جاتا ہے۔ یہ پرچہ ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کے سوانحی حالات اور ان کے فن کو اپنے اوراق کی زینت بناتا ہے۔ نئی چھپنے والی ادبی تخلیقات پر تبصرے اس میں شامل ہوتے ہیں اور شاعر یا نثر نگار کا تعارفی انٹرویو بھی اس میں شائع ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ معروف شعرا کی شاعری بھی چھپتی ہے۔ ۱۶ جون ۱۹۹۹ کی اشاعت میں پہاڑی کہانیوں کی کتاب "پونچھ ناں سرمد" کے مصنف علی عدالت کا ایک خصوصی انٹرویو اور اس تصنیف پر اختر امام رضوی سمیت معروف نقادوں اور دانشوروں کے تبصرے شائع ہوئے ہیں۔ اسی شمارے میں ڈاکٹر معین قریشی کا ایک مضمون بعنوان "چاندنی ہم سفر ہو گی" کی خالق قمر آرا "سنجیدہ راہوں" پر شائع ہوا جس میں موصوف نے ڈاکٹر قمر آرا سے اپنی ملاقات اور ان کی شاعری کی چیدہ چیدہ خصوصیات کو بیان کیا ہے۔

> "قمر آرا کی غزل ان کی شعوری کوشش کا نتیجہ ہے۔ ان کی شاعری میں جہاں رومانس کا عنصر ہے وہاں جہد مسلسل کا پیغام بھی ہے۔ ان کا تازہ شعری مجموعہ "چاندنی ہمسفر ہو گی"، حمد، نعت، مناجات، اسلام اور قطعات کے علاوہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ گویا انھوں نے اپنی طبیعت کے برخلاف سنجیدگی کی راہ اپنا لی ہے۔"[۲۹]

۱۹۹۰ کے بعد آزاد کشمیر میں نجی ملکیت میں پرنٹنگ پریس نصب ہونا شروع ہوئے۔ ۱۹۹۵ کے بعد زیادہ تر جرائد آزاد کشمیر میں ہی طبع ہونا شروع ہوئے جب کہ روزنامے بھی جاری ہونا شروع ہوئے ہیں۔ یہ جرائد پاکستان کے جرائد واخبارات کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے مگر آزاد کشمیر میں شائع ہونے والے جرائد واخبارات نے جہاں تحریک آزادی کشمیر، علاقائی تعمیر و ترقی، عوامی مسائل کے حوالہ سے جاندار کردار ادا کیا وہاں ریاست کے طول و عرض سے ادبی شخصیات بالخصوص ابھرتے ہوئے نوجوان ادبا و شعرا کے تخلیقی کاموں کو بھی عام تک پہنچانے میں اپنا حصہ بقدر جثہ ادا کیا جائے۔ بلاشبہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ انتہائی نامساعد حالات کے باوجود ریاست اخبارات نے ادب کی جو خدمت کی وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

حوالہ جات

۱ سید احمد علی دھلوی مولوی، مرتبہ: فرہنگ آصفیہ، جلد سوم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۲ء ص ۲۱۵

۲ ڈاکٹر انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (ابتدا تا ۱۹۸۸)، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲، ص ۹

۳ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، فن صحافت، مکتبہ کارواں، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۹

۴ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، صحافت پاکستان وہند میں، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول جون ۱۹۶۳، ص ۲۰، ۲۱

۵ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ، ص ۲۵

۶ ڈاکٹر انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (ابتدا تا ۱۹۸۸)، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲، ص ۲۱

۷ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، صحافت پاکستان وہند میں، مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول جون ۱۹۶۳، ص ۱۳۱، ۱۳۲

۸ رشید حسن خان، "ادب اور صحافت" مشمولہ اردو صحافت (سیمی نار کے مقالات)، مرتب انور علی دہلوی، دہلی اردو اکادمی، ۱۹۸۷، ص ۲۶۵، ۲۶۶

۹ ڈاکٹر انور سدید، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ (ابتدا تا ۱۹۸۸)، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲، صفحہ ۱۷

۱۰ ڈاکٹر صابر آفاقی، آزاد کشمیر میں شعر و ادب کے پچاس سال، مشمولہ پاکستان میں اردو، پانچویں جلد: کشمیر، مرتبین: پروفیسر فتح محمد ملک، سید سردار احمد پیرزادہ، تجمل شاہ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۶، ص ۱۰۶

۱۱ خواجہ غلام احمد پنڈت، اوراق پارینہ، سنگھم پبلی کیشنز، مظفر آباد، ص ۱۷۷

۱۲ ڈاکٹر صابر آفاقی ، آزاد کشمیر میں شعر و ادب کے پچاس سال ، مشمولہ پاکستان میں اردو، پانچویں جلد: کشمیر ، مرتبین: پروفیسر فتح محمد ملک ، سید سردار احمد پیرزادہ ، تجمل شاہ ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۶، ص ۱۰۷، ۱۰۸

۱۳ حبیب کیفوی، کشمیر میں اردو، مرکزی اردو بورڈ لاہور، اپریل ۱۹۷۹، ص ۱۳۱

۱۴ ڈاکٹر برج پریمی، جموں و کشمیر میں اردو ادب کی نشو و نما، دیب پبلی کیشنز، سری نگر کشمیر، ۱۹۹۲، صفحہ ۶۲، ۵۹

۱۵ پروفیسر ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر، مشمولہ آزاد کشمیر کے پچاس سال، الشیخ پرنٹنگ پریس، مظفر آباد، مئی ۱۹۹۹، ص ۱۶۹

۱۶ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ صفحہ ۱۷۰

۱۷ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ صفحہ ۱۷۱

۱۸ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ صفحہ ۱۷۳

۱۹ پروفیسر ڈاکٹر محمد عالم چودھری، کشمیر میں اردو زبان و ادب کا ارتقا (تاریخی تناظر میں)، نکس، میرپور، اپریل ۲۰۲۱، ص ۳۹۰

۲۰ میر عبد العزیز فطرت، غزل مشمولہ ہفت روزہ "آزاد کشمیر" مظفر آباد/ راولپنڈی، یکم جنوری ۱۹۵۶، ص ۶

۲۱ عبد القیوم درانی، آزاد کشمیر میں صحافت، اظہار سنز، لاہور، ۲۰۰۴، ص ۶۷

۲۲ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ، ص ۶۷

۲۳ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ، ص ۸۷

۲۴ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ، ص ۹۹

۲۵ ــــــــــــــ ایضاً ــــــــــــــ، ص ۹۹

۲۶ فاروق جرال، نظم، مشمولہ ہفت روزہ چنگاری، ۲۱ تا ۳۰ جولائی ۱۹۹۲، ص ۱

۲۷ خواجہ محمد رفیق قادری، اقبال کا تصور حیات، مشمولہ روزنامہ سیاست، ۶ اپریل ۱۹۹۹، ص ۲

۲۸ تنویر کاشمیری، غزل، مشمولہ نوائے انقلاب، منگ، ۱۵ فروری ۱۹۹۱، ص ۳

۲۹ ڈاکٹر معین قریشی، قمر آرا، سنجیدہ راہوں پر، مشمولہ ادبیات کاشر، ۱۶ جون ۱۹۹۹، ص ۳